© rasailojaraid.com

۲۰۱۰ء میں ہماری تعلیم

آج کل سرکاری سطح پر ترقی تعلیم کے لیے سیمینار منعقد ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں یونیورسٹی گرانٹ کمیشن، لاہور نے ۲۵ جون اور پنجاب یونیورسٹی نے جولائی، اگست میں چند سیمینار کا اہتمام بھی کیا ہے تاکہ ماہرین تعلیم کے تعاون سے اصلاح و ترقی تعلیم کے لیے مثبت تجاویز مرتب کی جاسکیں۔ حکومت دانش گاہوں میں ۲۰۱۰ء میں ایک انقلاب دیکھنا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ۲۰۱۰ میں ہمارا تصور تعلیم (Vision) کے نام سے ان سیمینار کا اہتمام کیا گیا، جس میں ہمارے روشن مستقبل کا سراغ لگانے کی سعی کی گئی۔ ایک سیمینار میں کلیدی مقالہ ملک کے ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد افضل نے پڑھا۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنے مختصر لیکن پر مغز مقالے میں کہا کہ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد بھی ہم اپنی جہالت سے آگاہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنے نصاب تعلیم پر از سرنو غور کریں، ہمارے نصاب کا بنیادی مقصد بچوں کی فکری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا ہے۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ آیا علم بچوں کی تلاش میں ہے یا بچے علم کی تلاش میں، کیا یہ نصاب بچوں میں ذوق تجسّس پیدا کرتا ہے؟ ہمارے تعلیمی نظام پر ڈاکٹر صاحب کے تبصرہ سے یاد آیا کہ جب دسویں صدی عیسوی میں خراسان میں پہلا سرکاری مدرسہ وجود میں آیا تو اہل علم نے علم کے سوگ میں صف ماتم بچھائی اور کہا کہ آج سے علم کا وقار ختم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو گیا ہے۔ اب طالب علم، علم کے پاس نہیں، بلکہ علم طالب علم کے پاس چل کر آئے گا۔

ڈاکٹر صاحب کے خطاب میں اس بات پر زور دیا گیا کہ تعلیم کا مقصد طالب علموں کے انداز فکر کو بدلنے کے ساتھ ساتھ ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرنا ہے۔ موجودہ وقت میں ہمارے تعلیمی نظام میں سب کچھ ہے، لیکن تخلیقی جوہر نہیں ہے۔ خلیل جبران کے حوالہ سے انہوں نے کہا کہ وہ قوم واقعی ہمدردی کی مستحق ہے، جس کا دماغ تو عقیدے سے بوجھل ہے، لیکن مذہب (کی روح سے) سے خالی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے طالب علموں کو پڑھائی جانے والی مذہبی تعلیم پر لطیف تبصرہ کیا ہے۔

بے شبہ آج پاکستان جن سنگین اجتماعی اور اقتصادی مسائل سے دوچار ہے، اس کی ایک بنیادی وجہ ہمارے ہاں صحیح تعلیم کا فقدان ہے۔ یہ فقدان کیا ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ تعلیم کے میدان میں ہم جو کچھ کرسکتے تھے، کر رہے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان نے سائنسی تعلیم کے لیے کوئی کردار ادا کیا؟ ہمارے ہاں انجینئرنگ یونیورسٹیاں ہیں، طبی کالج ہیں، پروفیسرز ہیں، لیکن کیا اس نصف صدی میں ہم نے ٹیکنالوجی کے ارتقاء میں کچھ کیا ہے؟

ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ دانشوروں کی نگاہ میں اگر کوئی معاشرہ ایسے مقام پر پہنچ جائے، جہاں (صحت مند) قدریں ختم ہو جائیں۔ تو پھر ایسا معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا، لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ ہماری قدریں کیا ہیں؟ کیا ہم دوسروں کی عزت کرتے ہیں؟ یا اختلاف رائے کی آزادی کو مانتے ہیں؟ یا صبر و تحمل سے دوسروں کے نقطہ نظر کو سن سکتے ہیں؟ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ آج ہم اچھا کام کرنے والوں کو ان کے اداروں سے اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں اور تو اور خود یہ خاکسار دو تین بار اس آزمائش سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گزر چکا ہے، قصہ مختصر یہ ہے کہ ہم آج علم کی کسی شاخ میں بھی تخلیق نہیں کر رہے کیوں کہ ہم نے سائنس کا صحیح معنی میں ادراک نہیں کیا۔ ہم حقائق سے آگاہ ہیں لیکن عملی طور پر نئے افکار و اقدار کی تخلیق کے لیے انہیں عملی شکل دینے کے لیے تیار نہیں۔ موجودہ وقت میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ نچلی سطحوں پر نصاب تعلیم کو یک قلم بدل دیا جائے۔ ٹیکنالوجی کی یلغار نے پرانی درسی کتابوں کو اٹھا کر کباڑ خانے میں پھینک دیا ہے۔ چنانچہ آج ماہرین تعلیم کا فرض یہ ہے کہ وہ جو اور جس طریق سے پڑھا رہے ہیں، اس پر از سرنو غور و فکر کریں۔ ڈاکٹر موصوف نے جذباتی انداز بیان سے الگ رہ کر جو بد قسمتی سے آج ہماری تقریر و تحریر کا امتیازی نشان بن گیا ہے، جن خامیوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اس پر سنجیدگی سے سوچ بچار کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے چھٹے انگریزی خطبہ میں برطانوی فلسفی ہوبز (Hobbes) کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک ہی انداز سے چند خاص افکار اور جذبات کی برابر آمد کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس کوئی فکر، کوئی جذبہ نہیں ہے۔ اقبال نے مزید کہا کہ موجودہ وقت میں (۱۹۳۰ء) جب کہ ترک نئی قدروں کی تخلیق کی راہ پر چل رہے ہیں، مسلم ممالک کی اکثریت سوچے سمجھے بغیر پرانی قدروں کا راگ الاپ رہی ہے۔ افسوس! آج پاکستان میں بھی ادھر پچاس سال سے اصلاح تعلیم کے لیے چند مبہم نعرے دہرائے جا رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج جب ہمارے پڑوسی ملکوں میں ناخواندگی پر قابو پایا جا رہا ہے، ہمارے ملک کے ۶۵ فیصد لوگ ابھی تک ان پڑھ ہیں۔ حتیٰ کہ بنگلہ دیش جو کل تک ہمارے ملک کا حصہ تھا، اپنی شرح تعلیم کو بڑھانے اور شرح آبادی کو کم کرنے میں ہم سے آگے نکل گیا ہے۔ بے شبہ آج مجموعی طور پر تعلیمی افق اس قدر دھندلا نہیں ہے، جتنا کہ مایوس کن پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے لیکن اس بات سے بھی آج شاید ہی کسی کو اختلاف ہو کہ اگر تعلیم نام ہے فکر و نظر کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانی روح کی تربیت و تزکیہ کا جو ایک نیا روحانی جنم (Spiritual re-birth) لیے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ تو پھر ہمیں منزل تک پہنچنے کے لیے انتھک محنت سے کام لینا ہوگا۔ ایسے ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ آج ملک میں پرائمری تعلیم کی صورت حال قطعاً" تسلی بخش نہیں یا اعلیٰ تعلیم خاص طور پر آرٹ میں کوئی تخلیقی کام نہیں ہو رہا یا موجودہ نظام امتحان میں بھی اس قدر بگاڑ آچکا ہے کہ اس کی سنگینی کو بیان کرنے کے لیے مناسب الفاظ نہیں ملتے۔ امتحان کا حالیہ نظام دراصل ہماری ژولیدہ فکری اور اخلاقی ویرانی کی ایک افسوس ناک داستاں ہے۔

آج شعوری طور پر حکومت اصلاح تعلیم کے لیے جو قدم اٹھا رہی ہے۔ اس نے ہمیں یہ لکھنے پر مجبور کردیا ہے کہ

۱۔ بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ تعلیم پر قومی میزانیہ میں بہت کم رقم رکھی جاتی ہے، لیکن یہ نہیں دیکھا جاتا کہ جو رقم مخصوص کی گئی ہے، کیا وہ دیانت داری سے اپنے مصرف یا مقصد پر خرچ ہو رہی ہے؟ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ تعلیم کا یہ کام خلاء میں نہیں بلکہ زمین پر سرانجام دیا جانا چاہیے، جس کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں تعلیم کی اصلاح و ترقی کے لیے حکومت، اہل علم اور عوام کو مل کر بے ہنگم بڑھتی ہوئی آبادی پر بھی کنٹرول کرنا ہوگا۔ قیام پاکستان کے وقت موجودہ پاکستان کی آبادی تین کروڑ تھی۔ لیکن آج یہ چودہ کروڑ تک پہنچ رہی ہے اور سالانہ ۳ فیصد شرح آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس اضافہ سے تعلیم، مواصلات اور صحت سے متعلق ادارے بری طرح سے متاثر ہو رہے ہیں۔ جب تک شرح آبادی پر قابو نہیں پایا جاتا، تعلیمی اداروں کو تعلیمی ادارے بنانا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ موجودہ وقت میں ہماری دانش گاہوں میں سفارش اور سیاست کی راہ سے جو لوگ آرہے ہیں، ان کی وجہ سے ہماری موجودہ تعلیم اخلاقی، فکری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جدید تقاضوں کو قطعاً" پورا نہیں کرتی۔ اس مکروہ طرز عمل کو بدلے بغیر ہم اصلاح تعلیم میں کوئی مثبت کام نہیں کرسکتے۔ "عظیم قوموں کے عروج و زوال" کے مصنف پول کینیڈی نے جرمنی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نئے جرمنی نے مکمل شکست و ریخت کی خاکستر سے جو نیا جنم لیا ہے، اس کا سہرا صرف اور صرف تعلیم اور ان ہزارہا اساتذہ (مرد اور عورتیں) کے سر ہے، جنھوں نے جرمن بچوں میں نئی روح پھونکی ہے۔ اس تعلیم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ "بچے آزادی سے کیونکر سوچ بچار کریں۔" چنانچہ اگر موجودہ حکومت، ارباب دانش اور اصحاب علم کے تعاون سے اپنے تعلیمی بحران پر قابو پانے اور ۲۰۱۰ء تک طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار اور ان میں سائنسی سوچ پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی، تو یہ ایک تاریخی کامیابی ہوگی، ورنہ چند مبہم نعروں، بے ہنگم جوش و خروش سے ہمارے مسائل کبھی بھی حل نہیں ہوں گے۔ کیا پہلے کبھی ایسا ہوا ہے۔

۳۔　حکومت کو اس بات کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کہ ۶ سال سے ۱۲ سال کے بچے، بچیوں کے لیے تعلیم کو قانونی اور دستوری طور پر لازمی اور ضروری قرار دیا جائے، ایسے ہی ثانوی درجے تک تعلیم مفت ہو۔ یہاں اس بات کا ذکر شاید دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ جب ۱۹۵۰ء میں دنیائے عرب کے معروف ادیب اور مفکر ڈاکٹر طہ حسین مصر کے وزیر تعلیم بنے، تو انہوں نے ثانوی درجے تک مفت تعلیم کا پروگرام بنایا، اس منصوبے کو منظور کرانا کوئی آسان کام نہیں تھا، لیکن طہ حسین نے جب مستعفی ہونے کی دھمکی دی، تو کابینہ نے اسے منظور کرلیا۔ طہ حسین کا نعرہ تھا کہ جس طرح فطرت نے پانی اور ہوا کو ہر انسان کے لیے مفت مہیا کیا ہے۔ اسی طرح تعلیم کو بھی مفت ہونا چاہیے۔(۱)

۱۔ طہ حسین کی تعلیمی سرگرمیوں پر تفصیل کے لیے دیکھیے: الثقافتہ، قاہرہ، (دسمبر ۱۹۷۳) ص ۴۶-۵۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعض مغربی دانش وروں کا خیال ہے کہ مسلم اہل علم زندگی کے بارے میں حرکت کی بجائے سکون کے قائل ہیں۔ وہ جدت پسندی' یا تلاش حق میں جدوجہد کی بجائے ٹھہراؤ' روایت پسندی اور پرسکون زندگی کو ترجیح دیتے ہیں' ان کے برعکس مغرب کے اہل علم "تغیر" تبدیلی (Change) کے دل دادہ ہیں۔ حالاں کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں معروف دانشمند' تجربے' مشاہدے' عقل و دانش اور تنقید و تحقیق کو تلاش حق کے لیے ضروری گردانتے تھے۔(۱)

ہرچند اہل مغرب کی اس تنقید میں کسی حد تک صداقت پائی جاتی ہے عمومی طور پر یہ بات حقائق کے خلاف ہے' اہل مغرب سے زیادہ اس بات سے کون آگاہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں ہاری ہوئی جنگ کو جیت کر اور الجزائر میں بومدین اور احمد بن بلا نے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں فرانس کے فوجی غرور کو خاک میں ملا کر اہل مغرب کو یہ بتا دیا تھا کہ مسلمان زندگی میں سکون کے نہیں حرکت کے قائل ہیں۔ البتہ بعض طاقتوں نے انہیں "سکون" کا خوگر بنا دیا ہے' انہی طاقتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبال نے مسلمانوں کو "اے کشتہ سلطانی و پیری و ملائی" کہا تھا۔ اقبال نے مسلمانوں کے "جوہر ادراک" اور "نشتر تحقیق" کے کند ہونے کی ذمہ داری جن گروہوں پر ڈالی ہے' ان سے رہائی اخلاقی اور جمہوری اقدار کے فروغ اور سائنسی فکر کی ترقی ہی سے ہو سکتی ہے۔

اقبال نے اسلامی تعلیم سے متعلق صاحبزادہ آفتاب احمد (وائس چانسلر' مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے ایک خط کے جواب میں جو مفصل خط لکھا تھا' اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلامیات کے قدیم نصاب تعلیم یا علم کلام سے قطعی طور

(تفصیل کے لیے G.Von.Grunebaum کی کتاب Medieval Islam ملاحظہ ہو۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر مطمئن نہیں تھے۔ ایسے ہی جب ان سے بیت المقدس میں جامعہ ازہر کی طرز پر کسی درس گاہ کے قیام سے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اسے بے سود قرار دیا۔ ان کی رائے میں ہماری تعلیم پر "جدید دنیائے اسلام میں عالم گیر روح انسانیت (Humanism) کی تخلیق بلکہ بیداری کے لحاظ سے نگاہ ڈالنی چاہیے۔" موجودہ قدیم نظام تعلیم اس نقطہ نظر سے کوسوں دور ہے۔ ان کا خیال تھا کہ قدیم تر دینیات فرسودہ خیالات کی حامل ہے۔ اقبال سے پہلے جمال الدین افغانی نے بھی مسلمانوں کے قدیم نظام تعلیم اور جدید مغربی تعلیم پر سخت تنقید کی تھی۔ افغانی کا کہنا تھا کہ قدیم نظام تعلیم اور صرف و نحو پڑھنے کے بعد بھی ایک آدمی ڈھنگ سے عربی زبان میں چند صحیح سطریں نہیں لکھ سکتا، ایسے ہی مغربی تعلیم کے فلسفہ کو جانے بغیر برصغیر اور مسلم دنیا میں مغربی طرز کی جدید تعلیم کا رائج کرنا بھی نقصان دہ ہے۔ اس سے یعنی فلسفہ تعلیم کو جانے بغیر نئی تعلیم سے ہمارے اعتماد کو نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ یہی ہوا، اقبال نے اپنے ایک خط بنام سید سلیمان ندوی میں اس حادثہ کا ذکر کرتے ہوئے "مغرب زدہ طبقہ" کو پست نظر لکھا ہے۔ اقبال نے قدیم اور جدید تعلیم کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا، اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ابوالکلام نے اپنے خاص انداز میں کہا تھا: "یہاں صرف دو گروہ ہیں: علماء اور جدید تعلیم یافتہ گروہ، مگر دونوں مذہب سے ناآشنا اور منزل سے بے خبر، ایک کو کشتی نہیں ملتی، دوسرے کو ساحل نہیں ملتا۔" چنانچہ آج ہمیں اپنے تعلیمی نصاب میں انقلابی تبدیلیاں کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، وقت کا یہی تقاضا ہے اور ہم وقت سے لڑ نہیں سکتے۔

۴۔ موجودہ وقت میں پاکستان میں سرکاری دانش گاہوں کے ساتھ ساتھ نجی طور پر جو تعلیمی ادارے کام کر رہے ہیں، ان کے لیے بھی ایک واضح، صحت مند اور قومی پالیسی کا وضع کرنا ازبس ضروری ہے، ہمیں ذاتی طور پر علم ہے کہ بعض نجی ادارے تعلیم کے بعض پہلوؤں پر بہتر اور موثر طور پر کام کر رہے ہیں لیکن یہاں وہی طالب علم پڑھ سکتے ہیں جن کے پاس سرمایہ ہے، نیز یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء اپنے ہی ملک میں غریب الوطن ہیں۔ یعنی وہ اپنی قومی زبان' فکری سرمائے' اپنی صحت مند روایات سے آشنا نہیں' یہاں ایک ذاتی واقعہ کا ذکر شاید بے جا نہ ہوگا' کہ لاہور کے ایک کامیاب تعلیمی ادارے نے ایک دفعہ مجھ سے فون پر کہا کہ تم ہمارے ادارے میں علامہ اقبال کے افکار اور شاعری پر ایک لیکچر دو' البتہ یہ یاد رہے کہ سترہ یا اٹھارہ سال کے لڑکے نہ تو اردو زبان پوری طرح سے سمجھتے ہیں' اور نہ ہی علامہ اقبال کے فکر سے آگاہ ہیں۔ چنانچہ ان کامیاب نجی اداروں میں جہاں غریب لیکن ذہین طلبہ کا جانا ضروری ہے' وہاں اردو اور اسلامیات کو بھی نصاب میں جگہ ملنی چاہیے۔ اس سلسلے میں آغا خان یونیورسٹی' کراچی کے نصاب سے روشنی مل سکتی ہے' جسے ڈاکٹر جعفری جیسے اہل علم نے تیار اور اسے کامیابی سے نافذ بھی کیا ہے۔

خالص فنی نقطہ نظر سے ہماری یہ رائے ہے کہ اردو زبان سے ہمارے معروف نجی اداروں کی یہ بے اعتنائی ایک المیہ ہے۔ بے شبہ آج کوئی ہوش و حواس رکھنے والا آدمی انگریزی زبان' ادب اور فلسفے کی عظمت سے انکار کرنے کی جرات نہیں کرسکتا' اس زبان کو جاننا اور اس کے ادب و فلسفہ سے استفادہ کرنا ہماری فکری و ثقافتی زندگی کی صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے' اس حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اردو زبان' اس کا شعر و ادب اور فکری سرمایہ ہماری قومی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے' اور اس سرمایہ سے غفلت برتنا ثقافتی طور پر خودکشی ہے۔ اگر آج ہم قومی سطح پر اپنے ہی ملک کی دانش گاہوں' سیمینارز اور سرکاری تقریبات میں اپنی زبان نہیں بول سکتے' تو پھر پاکستانی ثقافت' قومی شناخت' اور کلچر کے دعوے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ گذشتہ دنوں یہاں پاکستان میں جاپان کے وزیر خارجہ تشریف لائے۔ T.V کے ایک پروگرام میں انہوں نے براہ راست انگریزی سوالات کے جوابات جاپانی زبان میں دیئے۔ جن کا ترجمہ انگریزی میں سنایا گیا۔ حالانکہ وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزی زبان سے پوری طرح سے آگاہ ہیں۔ اسی قسم کا ایک واقعہ چین کے آنجہانی وزیراعظم چون ان لائی کے ساتھ پیش آیا تھا۔ وہ پیرس میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ فرانسیسی زبان کو جاننے کے باوجود بھی فرانسیسی زبان کیوں نہیں بولتے' تو انہوں نے کہا کہ میری اپنی زبان بھی ہے۔ کیا ہم اپنے قومی وقار کے تحفظ اور اقتصادی و سائنسی زندگی کی اصلاح و ترقی کے لیے چین یا جاپان سے کوئی سبق نہیں لے سکتے؟

۵۔ حکومت ترقی تعلیم کے لیے جو نیک اور بلند عزائم رکھتی ہے' وہ یقیناً اپنی جگہ قابل ستائش ہیں' ایسے ہی ان تعلیمی عزائم کو عملی شکل دینے کے لیے وزارت تعلیم کے پاس بعض موثر ذرائع بھی ہوں گے جو پوری اخلاقی ذمہ داری سے اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں کام کریں گے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہماری رائے میں ایک قومی کمیٹی کی تشکیل بھی وقت کا تقاضا ہے' یہ کمیٹی ہر تین ماہ کے بعد وزیراعظم کو اس امر سے آگاہ کرے کہ ان کے تعلیمی پروگرام پر کہاں تک عمل ہو رہا ہے' اور اس راہ میں کون سی رکاوٹیں حائل ہیں؟ یہ کمیٹی یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کے تعاون سے کام کر سکتی ہے۔ اس کمیٹی میں ڈاکٹر محمد افضل' پروفیسر انیتا غلام علی' ڈاکٹر ایچ۔ ایم۔ جعفری کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں نے نام و نمود سے الگ رہ کر اپنے موضوع پر سنجیدگی سے کام کیا ہے۔

ہمیں یہ لکھتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ غفلت کی نذر کر دیا' جس کی ہمیں بھاری قیمت بھی ادا کرنا پڑی' اب سوال یہ ہے کہ کیا "ابھی تک وہ وقت نہیں آیا کہ اہل ایمان کے دل خدا کے ذکر اور سچائی کے سامنے جھک جائیں۔" (سورہ الحدید) کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین اولیاء کہیں جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے قرآن کی یہی آیت کریمہ سنی تو فوراً پکار اٹھے' ہاں! وہ گھڑی آن پہنچی ہے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم سے عارف باللہ بن گئے اور ایک دنیا نے دیکھا کہ حضرت شیخ نے ذکر الٰہی اور خدمت خلق میں کیا کیا منزلیں طے کیں، وہی منزلیں جو ایک قطرے کو بہ قول غالب گوہر بننے تک طے کرنا ہوتی ہیں۔ کیا ہم بھی وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے راہ علم پر چلیں گے؟ کیا وہ گھڑی نہیں آئی؟

اٹھو وگرنا حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑو! زمانہ چال قیامت کی چل گیا

رشید احمدؒ (جالندھری)

* * *

© rasailojaraid.com